سمیرہ الزاید کی سیرت نگاری کا تنقیدی جائزہ

SAMIRA AL ZAYED'S SEERAH WRITING; A CRITICAL REVIEW

1-MUHAMMAD ZUBAIR

lecturer Islamiat, Government Associate College Jahanian

Email: irszubairsheikh@gmail.com

Zubair, Muhammad **"Samira Al Zayed's Seerah Writing; A Critical Review"** Al-Raheeq International Research Journal vol 1, no. 1 (July 29, 2022). Pg :59-90

Journal: Al Raheeq International Research Journal

Journal homepage: https://alraheeqirj.com

Publisher: Al Madni Research Centre

License: Copyright c 2023 NC-SA 4.0

www.alraheeqirj.com

Published online: 2022-07-29

Open Access

CC BY NC SA

AL-RAHEEQ_IRJ
Vol. 1, No. 1 || July-December 2022 || P. 59-90

سمیرہ الزاید کی سیرت نگاری کا تنقیدی جائزہ

Samira Al Zayed's Seerah Writing; A critical review

*محمد زبیر شیخ

Abstract:

The biography of the Prophet ﷺ is a topic on which a lot has been written from the first century of Hijra until today, a lot is being written and a lot will be written. This title has religious, academic, historical and contemporary utility, so Muslim scholars have written on this topic in every era. Men as well as women have moved their pen to express their devotion and love. From ancient to modern times, women have contributed to writing on this subject. Although their number is less as compared to men, but in modern times this number is increasing. Apart from regular books, theses at M.A., M. Phil and Ph. D level are being written in various public and private universities. In this regard, Arabic and English languages come after Urdu. A prominent name among women Sirah writers in Arabic is Samira Al Zayed from Damascus (died: 2019). She has written three books on Sirat Al-Nabi. In this article a critical review of his Sirah wirting is being presented. In the beginning, the personal details of the author are described. Then the introduction of the books compiled on Sirat Al-Nabi is listed and after that the style of his Sirah writing and the subtle points found in it are listed. Finally, the Conclusions and recommendations of the research are described.

Keywords: **Sirat Al- Nabi, Sirah Writing, Women Sirah Writer, Sumaira Al-Zayad**

سیرت النبی ﷺ ایک ایسا عنوان ہے کہ جس پر پہلی صدی ہجری سے لے کر آج تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے، بہت

AL-RAHEEQ_IRJ
Vol. 1, No. 1 || July-December 2022 || P. 59-90

کچھ لکھا جارہا ہے اور بہت کچھ لکھا جائے گا۔ یہ عنوان دینی، علمی، تاریخی اور عصری افادیت کا حامل ہے، اس لیے ہر دور میں مسلمانوں نے اس موضوع پر لکھا ہے۔ مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین نے بھی اپنی عقیدت و محبت کے اظہار میں قلم کو حرکت دی ہے۔ قدیم سے جدید دور تک اس موضوع پر لکھنے میں خواتین اپنا حصہ ملا رہی ہیں۔ اگرچہ ان کی تعداد مردوں کے مقابلہ میں کم ہے لیکن جدید دور میں اس تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مستقل کتابوں کے علاوہ مختلف سرکاری اور نجی جامعات میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح کے مقالہ جات لکھے جارہے ہیں۔ اس حوالے سے اردو زبان کے بعد عربی اور انگریزی زبان کا نمبر آتا ہے۔ عربی میں سیرت نگاری کرنے والی خواتین میں ایک نمایاں نام سمیرہ الزاید دمشقیہ (المتوفی: 2019ء) کا ہے۔ انہوں نے سیرت پر تین کتابیں لکھی ہیں۔ زیر نظر آرٹیکل میں ان کی سیرت نگاری کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔ ابتداء میں مؤلفہ کے شخصی احوال بیان کیے گئے ہیں۔ پھر ان کی سیرت پر تالیف کردہ کتب کا تعارف درج کیا گیا ہے اور اس کے بعد ان کی سیرت نگاری کا منہج و اسلوب اور اس میں پائے جانے والے خفیف نکات درج کیے گئے ہیں۔ آخر میں نتائج و سفارشات کو بیان کیا گیا ہے۔

مؤلفہ کا تعارف: آپ کا پورا نام سمیرہ الزاید بنت حسنی الزاید ہے۔ آپ کا مولد و مسکن دمشق تھا۔ دمشق سے ہی آپ نے عربی زبان و ادب اور شرعی علوم کی تحصیل کی۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد آپ نے علمی و عملی میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ اگرچہ خواتین لکھنے سے زیادہ سننے اور پڑھنے کو ترجیح دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر میدان میں خواتین کی تصنیف کردہ بہت کم کتب دیکھنے میں آتی ہیں۔ لیکن ڈاکٹر سمیرہ زاید کا شمار ان خواتین میں ہوتا ہے جنہوں نے پڑھنے پڑھانے کا کام بھی کیا ہے اور قلم و قرطاس سے بھی ناتہ جوڑا ہے۔ آپ کے قلم کے درج ذیل کتب منصہ شہود پر آئی ہیں:

1. الجامع في السيرة النبوية:
2. مختصر الجامع في السيرة النبوية:
3. دروس من السيرة النبوية:
4. المفيد في بيان عقيدة التوحيد من الكتاب و السنة:

آپ کی دعوتی خدمات پر پورا شہرِ دمشق شاہد ہے۔ میدانِ دعوت میں انہوں نے اپنی ساری زندگی صَرف کی۔ دمشق کی مساجد میں آپ سیرت نبوی اور فقہ الدعوہ کے حوالہ سے دروس دیتی رہیں۔ دعوت وارشاد کے میدان میں ان کی خدمات کا مظہر وہ نوجوان لڑکیاں اور خواتین ہیں جو ان کے نقشِ قدم پر چل کر دعوتِ دین کا کام آگے پھیلا رہی ہیں۔ ''الجامع في السيرة النبوية'' لکھنے پر انہیں 2000ء میں برونائی کے شاہی انعام کا مستحق ٹھہرایا گیا۔ حالانکہ انہوں نے یہ کتاب خاص اس انعام کے حصول کے لیے نہیں لکھی تھی۔(1)

بروز ہفتہ 27 اپریل 2019ء بمطابق 21 شعبان 1440ھ دمشق میں وفات پائی۔ ان کے جنازے میں ہزاروں مردوں کے ساتھ ساتھ بہت سی خواتین نے بھی شرکت کی جو ان کی تربیت یافتہ تھیں یا ان سے متاثر تھیں۔ دمشق میں اس طرح کا جنازہ پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ پھر خصوصاً ایک خاتون کا اتنا بڑا جنازہ ایک تاریخ ساز منظر تھا۔ نمازِ جنازہ جامع نقشبندی میں پڑھا گیا۔ اس موقع پر فضیلۃ الشیخ نعیم عرقسوسی (ولادت: 1951ء) نے مرحومہ کی حیات وخدمات پر روشنی ڈالی۔(2)

آپ عالمہ، فاضلہ، مربیہ، داعیہ، استاذہ اور مصنفہ تھیں۔ عرب دنیا کے معروف اشاعتی ادارے ''دار الفکر'' نے ان کی وفات پر تعزیتی پیغام میں انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے لکھا کہ ان کی زندگی کا مقصد دوسروں کا دامن علم کے موتیوں سے بھرنا تھا۔ ان کی وفات عالم اسلام کے لیے بہت بڑا سانحہ ہے۔(3) اسی طرح دمشق کی وزارت اوقاف نے بھی ان کی وفات پر گہرے دکھ کا اظہار کیا اور تعلیم وتربیت کے میدان میں ان کی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا۔(4)

(1) https://naseemalsham.com/subjects/view/smira_alzaid (اخذ کردہ: 24 فروری 2020ء، بروز سوموار، بوقت: 1:00 بجے دوپہر)
(2) https://islamsyria.com/site/show_news/1091 (اخذ کردہ: 24 فروری 2020ء، بروز سوموار، بوقت: 1:00 بجے دوپہر)
(3) https://darfikr.com/article/أسرة-دار-الفكر-تنعى-الباحثة-الحاجة-سميرة-الزايد-رحمها-الله (اخذ کردہ: 24 فروری 2020ء، بروز سوموار، بوقت: 1:00 بجے دوپہر)
(4) https://www.khaberni.com/news/وفاة-الاستاذة-الدكتورة-سميرة-الزايد-282060 (اخذ کردہ: 14 فروری 2021ء، بروز اتوار، بوقت: 7:00 بجے رات)

AL-RAHEEQ IRJ
Vol. 1, No. 1 || July-December 2022 || P. 59-90

سمیرہ الزاید کی سیرت نگاری:

سیرت النبی ﷺ کے حوالہ سے آپ کی خصوصی پہچان تھی کیونکہ آپ نے سیرت پر ہی زیادہ تر لکھا ہے۔ سیرت پر آپ کی تحریر کردہ کتب کا تعارف حسبِ ذیل ہے:

1. الجامع في السيرة النبوية:

اس کتاب میں مؤلفہ نے سیرت کے تمام پہلوؤں پر خصوصی توجہ صرف کی ہے اور واقعاتِ سیرت کے حوالہ سے مختلف روایات میں تطبیق و ترجیح کا طرزِ عمل اپنایا ہے۔ علاوہ ازیں واقعاتِ سیرت سے اخذ ہونے والے دروس و فوائد کو بھی بیان کیا ہے۔ قاری کو مطالعۂ سیرت کے دوران جو اشکالات پیش آسکتے ہیں، ان کا بروقت اور بر محل ازالہ کیا ہے۔ یوں یہ کتاب ایک ایسی موسوعی حیثیت اختیار کر گئی ہے کہ اس کے مطالعہ سے بے شمار کتبِ سیرت کے مطالعہ کی حاجت نہیں رہتی۔ مصنفہ کے مآخذ میں کتبِ حدیث، شروحِ حدیث، کتبِ سیرت، کتبِ تاریخ، کتب اسماء ورجال وغیرہ۔ یہ کتاب 6 جلدوں پر مشتمل ہے۔ پہلی جلد میں مکی دور کو بیان کیا ہے۔ اس میں ولادت باسعادت سے ہجرتِ مدینہ تک کے حالات وواقعات بیان کیے گئے ہیں۔ دوسری جلد میں مدنی زندگی کے ابتدائی پانچ سالوں کا تذکرہ ہے۔ تیسری جلد میں چھ، سات اور آٹھ ہجری کے واقعات درج کیے گئے ہیں۔ چوتھی جلد میں نویں ہجری سے وفاتِ النبی ﷺ تک کے واقعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ پانچویں جلد نبوی شمائل وخصائص پر مشتمل ہے۔ جبکہ چھٹی اور آخری جلد میں شجرہ ہائے نسب، نقشہ جات، مختلف مقاماتِ سیرت کی تصاویر اور اعلام، قبائل اور موضوعات کی فہارس ہیں۔ ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوطی (1929-2013ء) نے اس کتاب کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔ اس جیسی تصنیف اس سے پہلے دیکھنے میں نہیں آئی۔ یہ اسم با مسمیٰ ہے۔ میرے خیال میں یہ اکیلے بندے کا کام نہیں تھا جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک بندی سے لے لیا۔ مصنفہ کا اپنا بیان ہے کہ انہوں نے یہ کتاب 13 سالوں میں دو مراحل میں مکمل کی ہے۔ کتاب کی تالیف کا آغاز 1977ء میں ہوا اور 1987ء تک کام جاری رہا۔ پھر ایک سال کے

وقفے سے دوبارہ 1988ء میں شروع کیا اور 1991ء میں پایہ تکمیل تک پہنچی۔(5)

یہ کتاب 1991ء میں شائع ہوئی تھی اور 3548 صفحات پر مشتمل ہے، لیکن باوجود بحث وتتبع کے کہیں سے دستیاب نہ ہو سکی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ مصنفہ نے خود اس کی تلخیص دو جلدوں میں شائع کی ہے۔اب وہی مکتبات اور انٹرنیٹ پر موجود ہے۔

2. مختصر الجامع في السيرة النبوية:

یہ کتاب مذکورہ بالا کتاب کی تلخیص ہے جو خود مؤلفہ مذکورہ کے قلم سے ہے۔اسے المطبعة العلمية نے پہلی مرتبہ 1416ھ بمطابق 1995ء میں شائع کیا۔ پہلی جلد 461 صفحات پر مشتمل ہے جبکہ دوسری جلد میں 456 صفحات ہیں۔ مجموعی طور پر کتاب 917 صفحات پر حاوی ہے۔زیر نظر آرٹیکل میں اسی کتاب کا تنقیدی جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

3. دروس من السيرة النبوية:

مؤلفہ نے سیرت پر ایک جامع کتاب لکھنے کے باوجود محسوس کیا کہ عصرِ حاضر میں سیرت النبی ﷺ سے استفادہ اس وقت زیادہ مؤثر ہو سکتا ہے جب واقعاتِ سیرت سے اخذ ہونے والے دروس واسباق اور فوائد کو علیحدہ سے بیان کیا جائے۔ چنانچہ اسی ضرورت کے پیش نظر انہوں نے ''دروس من السيرة النبوية'' کے نام سے دو جلدوں میں ایک کتاب لکھی۔اس کتاب میں سیرت سے اخذ ہونے فوائد بیان کیے گئے ہیں جو سیاسی، قانونی، عسکری، سماجی، معاشی غرض ہر میدان میں انسانیت کی رہنمائی کرتے ہیں۔

مقالہ نگار نے اس کتاب کے حصول کی بہت کوشش کی ہے، لیکن فی الحال دستیاب نہیں ہو سکی۔

---

(5) https://naseemalsham.com/subjects/view/smira_alzaid (اخذ کردہ: 14 فروری 2021ء بروز اتوار، بوقت: 7 بجے رات)

سمیرۃ الزاید کی سیرت نگاری کا تنقیدی جائزہ:

چونکہ اس وقت سمیرہ الزاید کی "مختصر الجامع فی السیرۃ النبویۃ" ہی دستیاب ہے، اس لیے اسی کتاب کا تنقیدی جائزہ لیا جارہا ہے۔ اس میں سب سے پہلے کتاب کا مقصدِ تالیف، پھر ترتیبِ کتاب، بعدازاں کتاب کی خصوصیات اور اس کے بعد خفیف نکات کو بیان کیا جارہا ہے۔

مقصدِ تالیف:

اس کتاب کا مقصدِ تالیف رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ اور حیاتِ طیبہ کے مختلف گوشوں کو صحیح اور مستند روایات کی روشنی میں اجاگر کرنا ہے۔ دوسرا بڑا مقصد سیرت طیبہ سے حاصل ہونے والے دروس و فوائد کو بیان کرنے امتِ مسلمہ کو سیرت پر عمل پیرا ہونے کی دعوت دینا ہے کیونکہ مسلمانوں کی فوز و فلاح کا دار و مدار سیرت محمدیہ کی پیروی میں ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ مؤلفہ اپنے مقصد کے حصول میں کامیاب رہی ہیں۔

ترتیبِ کتاب:

آغاز میں انتساب ہے، اس کے بعد مضامینِ کتاب کی اجمالی فہرست ہے۔ بعدازاں پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید رمضان بوطی کا تحریر کردہ مقدمہ ہے۔ مقدمہ کے آخر میں 17 اکتوبر 1994ء کی تاریخ درج ہے۔ اس کے بعد مصنفہ کی طرف سے درج ذیل تین مقدمات ہیں۔ پہلے مقدمہ میں مطالعہ سیرت النبی ﷺ کی اہمیت و ضرورت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ دوسرے مقدمہ کا عنوان ہے: "تاریخِ سیرت نگاری"۔ اس میں مؤلفہ نے تاریخی اعتبار سے سیرت نگاروں کا تذکرہ کیا ہے اور مختلف ادوار میں جو سیرت نگاری ہوئی ہے، اس پر روشنی ڈالی ہے۔ تیسرے مقدمہ میں مؤلفہ نے قبل از اسلام جزیرۃ العرب کی ساخت پر مختصراً روشنی ڈالی ہے تاکہ قارئین کے سامنے وہ جغرافیائی صورتحال آسکے جس میں رسول اللہ ﷺ نے دعوتِ دین کا آغاز کیا اور قارئین واقعاتِ سیرت کو بخوبی سمجھ سکیں۔ ان تین مقدمات کے بعد کتاب کا آغاز ہوتا ہے جسے مؤلفہ نے درج ذیل چار حصوں میں تقسیم کیا ہے:

1. ولادت نبوی ﷺ سے بعثت تک
2. بعثت و دعوت کا مکی دور

3. سلطنتِ اسلامیہ اور دعوت کا مدنی دور

4. شمائل النبی ﷺ

پہلا حصہ ولادت سے بعثت تک کے حالات پر مشتمل ہے۔ جو صفحہ 95 سے شروع ہو کر 138 پر ختم ہوتا ہے اور 43 صفحات پر مشتمل ہے۔ دوسرے حصے میں نبوت کا مکی دور بیان کیا گیا ہے۔ یہ حصہ صفحہ 139 سے 284 تک پھیلا ہوا ہے اور 145 صفحات پر مشتمل ہے۔ تیسرے حصہ میں سلطنتِ اسلامیہ کے قیام اور دعوتِ اسلام کے مدنی دور کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ حصہ سب سے طویل ہے جو کہ جلد اول کے صفحہ نمبر 285 سے شروع ہو کر 450 تک اور پھر جلد دوم کے صفحہ نمبر 7 سے صفحہ نمبر 401 پر مشتمل ہے۔ اس طرح یہ حصہ 559 صفحات پر مشتمل ہے۔ اس حصہ میں واقعاتِ سیرت کو سنین کی ترتیب سے لکھا گیا ہے۔ چوتھے حصہ میں مؤلفہ نے شمائل محمدیہ کو بیان کیا ہے۔ یہ حصہ دوسری جلد کے صفحہ نمبر 403 سے شروع ہو کر 423 پر ختم ہوتا ہے۔ یہ حصہ 21 صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کے بعد مصادر و مراجع کی فہرست ہے جو 7 صفحات پر مشتمل ہے۔

آخر میں پوری کتاب کے اہم موضوعات کی فہرست دی گئی ہے۔

''مختصر الجامع فی السيرة النبوية'' کا منہج و اسلوب اور خصوصیات:

فاضلہ مؤلفہ سمیرہ الزاید کی اس کتاب کا منہج و اسلوب اور خصوصیات ذیل میں مختلف عنوانات کے تحت ذکر کی جا رہی ہیں جس سے کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ پوری کتاب میں مؤلفہ نے قرآنی آیات اور احادیثِ مبارکہ پر اعراب لگا کر انہیں بریکٹ کے ذریعہ متن سے ممتاز اور واضح کر دیا ہے۔ اس کے علاوہ اعلام، اماکن اور غزوات کے ناموں کی تصحیح پر خاصی محنت کی گئی ہے اور ساتھ کے ساتھ ان کی وضاحت بھی کی گئی ہے۔ مؤلفہ نے نامانوس یا مبہم الفاظ و محاورات کی بھی وضاحت کی ہے۔

روایاتِ سیرت کی عمدہ ترتیب و تنسیق:

اس کتاب میں مؤلفہ نے سیرت کے بکھرے ہوئے موتیوں کو ایک لڑی میں پرونے کی کوشش کی ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے سیرت کے ایک واقعہ سے متعلق تمام روایات کو اکٹھا کر کے انہیں ایک ہی روایت کے

طور پر بیان کیا ہے اور حتی الامکان کوشش کی ہے کہ تمام روایات کا مواد عمدہ ترتیب کے ساتھ ایک جگہ پر بغیر کسی تضاد واختلاف کے جمع ہو جائے۔ جیسا کہ واقعہ اسراء و معراج کے بیان میں مؤلفہ نے ایسا کیا ہے۔(6)

جہاں پر تمام روایات کو اکٹھا کرنا ممکن معلوم نہ ہوا، وہاں مؤلفہ نے کسی ایک مصدر کی روایت کو ذکر کر کے دیگر روایات میں موجود اضافہ جات اور فوائد کو بیان کر دیا ہے۔

نقشہ نویسی:

کتاب کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ اس میں مختلف مقامات کو نقشوں کی مدد سے واضح کیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر صفحہ نمبر 34 جزیرۃ العرب کا نقشہ درج ہے جس میں جزیرۃ العرب کے اہم شہروں کو نمایاں کیا گیا ہے۔

صفحہ نمبر 40 پر جزیرۃ العرب میں رہائش پذیر اہم قبائل کے مقامات کو نقشہ کی مدد سے ظاہر کیا گیا ہے۔

صفحہ 46 پر جزیرۃ العرب کی سیاسی تقسیم کو نقشہ کے ذریعہ سمجھایا ہے۔

صفحہ 57 پر جزیرۃ العرب میں پائے جانے والے ادیان کو نقشہ پر ظاہر کیا گیا ہے۔

صفحہ 100 پر ابرہہ کا حرمِ مکی پر حملہ آور ہونے کے لیے کیے جانے والے سفر کا نقشہ دیا گیا ہے۔

صفحہ 266 پر نبی کریم ﷺ کی ہجرتِ مدینہ کا راستہ بذریعہ نقشہ دکھایا گیا ہے۔

صفحہ 276 پر سیدنا سلمان فارسی کے تلاشِ حق کے لیے کیے جانے والے سفر کا نقشہ بنایا گیا ہے۔

صفحہ 282 پر بوقت ہجرت، مدینہ منورہ کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

صفحہ 298 پر مسجدِ نبوی کی عہدِ نبوی میں کیفیت اور بعد میں ہونے والی توسیعات کو نقشہ کی صورت میں ظاہر کیا ہے۔

اسی طرح مسجد کے ارد گرد بنائے گئے حجرات کو بھی اسی صفحہ پر نقشہ کی مدد سے سمجھایا گیا ہے۔

علاوہ ازیں تمام غزوات کے مقامات کو نقشہ کی صورت میں پیش کیا گیا تاکہ بیانِ غزوات کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

---

(6) سمیرة الزاید، مختصر الجامع فی السیرة النبویة، الناشر: المطبعة العلمیة، حلب، الطبعة الأولی: 1416ھ-1995م ج: 1، ص: 225

نسب ناموں کا اندراج:

مؤلفہ نے نسب ناموں کی وضاحت کے لیے بھی نقشہ نویسی کا اسلوب اپنایا ہے۔ جیسا کہ صفحہ نمبر 37 اور 38 پر قحطانی قبائل کا شجرہ نسب درج کیا گیا ہے۔ اور صفحہ 42،43 پر عدنانی قبائل کی تقسیم کو شجرہ نسب کے ذریعہ ظاہر کیا گیا ہے۔

اسماء نگاری کا اسلوب:

سیرت پر لکھی گئی کتب میں ہمیں ایک تسامح یہ نظر آتا ہے کہ مصنفین امہات الکتب میں جو نام جیسا لکھا ہوا پاتے ہیں، بغیر تحقیق کے اسے ویسا ہی لکھ دیتے ہیں۔ اگر کوئی تاریخی شخصیت اپنی کنیت سے مشہور ہو تو اس کا نام لکھنے کا اہتمام نہیں کیا جاتا۔ لیکن ''مختصر الجامع فی السیرۃ النبویۃ'' کی مصنفہ نے کوشش کی ہے کہ جہاں کسی شخصیت کی کنیت یا مشہور نام درج کیا، وہیں اس کا اصل نام بھی ذکر کیا ہے۔ مثال کے طور پر رسول اللہ ﷺ کے نسب نامہ کو لکھتے ہوئے عبد المطلب کا اصل نام ''شیبۃ الحمد''، ہاشم کا اصل نام ''عمرو''، عبد مناف کا اصل نام ''مغیرہ''، قصی کا اصل نام ''زید''، نضر بن کنانہ کا اصل نام ''قیس'' اور مدرکہ بن الیاس کا اصل نام ''عامر'' بتایا ہے (7) کہ یہ شخصیات اگرچہ مشہور کسی اور نام سے ہیں، لیکن ان کا اصل نام یہ ہے۔ یہ معلومات مصنفہ کی وسعتِ مطالعہ پر دال ہیں۔

واقعاتِ سیرت کے اسباب و علل کا بیان:

مؤلفہ نے واقعاتِ سیرت کے اسباب و علل پر بھی روشنی ڈالی ہے جو ان کی دقتِ نظری اور وسعتِ مطالعہ کی دلیل ہے۔ مثال کے طور پر بعثت نبوی عرب میں اور خصوصاً مکہ مکرمہ میں کیوں ہوئی؟ اس کی وجوہات بیان کرتے ہوئے لکھتی ہیں:

1. عرب کا علاقہ اپنی جغرافیائی حیثیت کے اعتبار سے دنیا کے وسط میں ہے۔ اس لیے اسی علاقہ کو پوری انسانیت کی رہنمائی کے لیے مرکز بنانا ضروری تھا۔ خصوصاً مکہ مکرمہ نافِ زمین کہلاتی ہے۔ قرآن مجید میں اسے ام القریٰ اسی وجہ سے قرار دیا گیا ہے۔ مکہ مکرمہ میں ''پہلا وہ گھر خدا کا'' موجود ہے جس کا قدیم زمانے سے حج جاری ہے اور دنیا کے کونے

---

(7) سمیرۃ الزاید، مختصر الجامع فی السیرۃ النبویہ، ج: 1، ص: 95

کونے سے لوگ یہاں آتے تھے۔ یہاں کے رہائشی قبیلہ قریش کی زبان تمام عرب سے افصح تھی۔

2. خطہ جزیرۃ العرب ارد گرد کے تمام سیاسی سپر پاورز کے اثر و نفوذ سے پاک تھا۔

3. جزیرۃ العرب کے لوگ بہت سادہ زندگی گزارتے تھے اور تہذیبوں کے بگاڑ سے یہ جگہ محفوظ تھی۔ یوں اہلِ عرب فطرت کے بہت قریب تھے۔

4. اہلِ عرب اپنی سادہ اور جفاکش طبیعت کے باعث عقیدہ توحید و رسالت کی وجہ سے پیش آنے والی مشکلات کا مقابلہ کرنے کی زیادہ طاقت رکھتے تھے۔

5. اہلِ عرب اگرچہ عقیدہ کی گمراہیوں میں مبتلا تھے، لیکن ان میں سادگی، بہادری، جفاکشی، وفاداری، ایفائے عہد جیسی صفات حمیدہ اور اخلاق فاضلہ موجود تھے۔(8)

اسی طرح کم عمری میں شقِ صدر کا واقعہ کیوں پیش آیا؟ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے مصنفہ لکھتی ہیں: "شقِ صدر کے ان واقعات کی وجہ بظاہر یہ معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو بچپن سے ہی دنیاوی آلائشوں، اخلاقی برائیوں اور طبعی خرابیوں سے بچانا چاہتے تھے۔"(9)

ہجرتِ مدینہ کے بعد جب مسلمانوں کو اللہ رب العزت کی جانب سے اذنِ قتال ملا تو سب سے پہلا سریہ سیدنا حمزہ بن عبد المطلب کی سرکردگی میں روانہ کیا گیا۔ اس سریہ میں جتنے بھی مجاہدین شامل تھے، وہ سب کے سب مہاجرین تھے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انصار نے اس سریہ میں شرکت کیوں نہ کی یا رسول اللہ ﷺ نے انہیں کیوں نہ بھیجا؟ مؤلفہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتی ہیں:

"اس کی وجہ یہ ہے کہ بیعت عقبہ میں انصار نے رسول اللہ ﷺ سے یہ طے کیا تھا کہ وہ مدینہ میں آپ ﷺ کا دفاع کریں گے، اس لیے آپ ﷺ نے سب سے پہلے انہیں غزوہ بدر میں شریک کیا۔ اس سے پہلے نہیں۔"(10)

(8) أيضاً، ج: 1، ص: 72 – 75
(9) أيضاً، ج: 1، ص: 113
(10) سميرة الزايد، مختصر الجامع فى السيرة النبويه، ج: 1، ص: 324

پس منظر نویسی:

کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ مصنفہ نے اہم واقعاتِ سیرت کے بیان سے پہلے ان کا پس منظر تفصیل سے بیان کیا ہے۔ جیسا کہ بعثتِ نبوی کے بیان سے پہلے مسلم مصادر کی روشنی میں تورات وانجیل میں رسول اللہ ﷺ کی ذکر کردہ صفات کو درجِ کتاب کیا ہے (11) تاکہ بعثتِ نبوی کے بارے میں اس دور کے اہلِ علم کی آراء سامنے آجائیں اور قاری کو معلوم ہو جائے کہ بعثتِ نبوی اہل کتاب کے لیے کوئی اجنبی معاملہ نہیں تھا۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد سن ایک ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے سیدہ عائشہ سے شادی کی۔ فاضلہ مؤلفہ نے اس شادی کے ذکر سے پہلے اس کا پسِ منظر تحریر کیا ہے کہ اس شادی کی تحریک کس نے پیش کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس حوالہ سے کیا اشارات ملے تھے، وغیرہ، جس سے قاری کے لیے اس شادی کا پس منظر اور پیش منظر سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

سن چار ہجری میں شراب کی قطعی حرمت کا حکم نازل ہوا۔ مؤلفہ نے سن چار ہجری کے واقعات میں اس بات کو ذکر کر کے حرمتِ شراب کے تدریجی مراحل کو بھی بیان کیا ہے (12) تاکہ شراب کی قطعی حرمت کے حکم کے نزول کا پس منظر سمجھ میں آسکے۔

محدثانہ و مؤرخانہ اسلوب:

یہ کتاب محدثانہ اور مؤرخانہ اسلوب کی حامل ہے۔ یعنی واقعاتِ سیرت کو ان کی تاریخی ترتیب کے مطابق احادیث وروایات کی روشنی میں ذکر کیا گیا ہے، اور فاضلہ مؤلفہ نے اخذ مواد کے سلسلہ میں مستند و معتبر کتبِ احادیث و سیرت پر اعتماد کیا ہے۔

تطبیق و ترجیحِ روایات کا اسلوب:

فاضلہ مؤلفہ نے اپنی اس کتاب میں بظاہر مختلف روایات میں تطبیق دی ہے یا تطبیق میں دشواری کی صورت میں ترجیح کا

(11) أيضاً، ج: 1، ص: 125
(12) أيضاً، ج: 2، ص: 22 – 23

اسلوب اپنایا ہے۔ مثال کے طور پر واقعہ معراج کے بیان میں یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ جب اس سفر کا آغاز ہوا تو آپ ﷺ کہاں تشریف فرما تھے؟ام ہانی کے گھر، شعب ابی طالب میں، مسجد حرام میں یا حطیم کے پاس۔ روایات میں ان چار جگہوں کا تذکرہ ملتا ہے۔ مؤلفہ نے بڑی عمدگی کے ساتھ ان میں تطبیق دی ہے۔ لکھتی ہیں:

''جس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج کروائی گئی، اس رات آپ ﷺ ام ہانی کے گھر میں سوئے ہوئے تھے۔ ام ہانی کا گھر شعب ابی طالب کے پاس تھا۔ اسی اثناء میں جبریل تشریف لائے اور آپ ﷺ کو مسجدِ حرام میں لے گئے۔ آپ ﷺ اس وقت غنودگی میں تھے، اس لیے حطیم کے پاس لیٹ گئے۔ پھر وہیں سے جبریل دو فرشتوں کے ساتھ آپ ﷺ کو زمزم کے کنویں کے پاس لے گئے اور واقعہ شقِ صدر پیش آیا۔''(13)

یہاں مصنفہ نے تطبیق کا اسلوب اپنایا ہے۔ اسی واقعہ کے بیان میں جب اس بات کا ذکر ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے انبیاء کو جماعت کروائی تو روایات کا یہ اختلاف سامنے آیا کہ امامتِ انبیاء آسمانی سفر سے پہلے کروائی یا بعد میں؟ وہاں مصنفہ نے ترجیح اسی روایت کو دی ہے جس کے مطابق امامتِ انبیاء سفرِ آسمان سے پہلے کروائی تھی۔(14)

شہداءِ غزوۂ احد کا جنازہ پڑھا گیا یا نہیں؟ اس حوالہ سے مختلف روایات منقول ہیں۔ فاضلہ مؤلفہ لکھتی ہیں کہ ''راجح قول یہی ہے کہ آپ ﷺ نے شہداءِ احد کا جنازہ نہیں پڑھا تھا۔ یہی قول امام شافعی وغیرہ کا ہے۔''(15)

فاضلہ مصنفہ نے وجہ ترجیح بیان نہیں کی۔ راقم کی رائے میں ترجیح کی وجہ یہ ہے کہ جنازہ پڑھنے کا اثبات سیرۃ ابن ہشام اور ابو داؤد وغیرہ کی روایات میں ہے، جبکہ جنازہ پڑھنے کی نفی صحیح بخاری کی روایت میں ہے۔ اس لیے مؤلفہ نے بخاری کی روایت کو دیگر روایات پر ترجیح دیتے ہوئے یہ موقف اپنایا ہے کہ شہداءِ احد کا جنازہ نہیں پڑھا گیا۔

غزوہ خندق میں رسول اللہ ﷺ کی کون سی نماز قضا ہوئی تھی؟ اس حوالہ سے مختلف روایات ہیں کہ ظہر، عصر، مغرب یا عشاء کی نماز قضا ہوئی تھی۔ مؤلفہ لکھتی ہیں:

(13) سمیرۃ الزاید، مختصر الجامع فی السیرۃ النبویۃ، ج: 1، ص: 225
(14) مصدر سابق، ج: 1، ص: 229
(15) نفس المصدر، ج: 1، ص: 443

AL-RAHEEQ_IRJ
Vol. 1, No. 1 || July-December 2022 || P. 59-90

’’ان تمام روایات میں یوں تطبیق دی جاسکتی ہے کہ غزوہ خندق چونکہ کئی دن جاری رہا تھا،اس لیے کسی دن ظہر کی نماز رہ گئی، کسی دن عصر کی اور کسی دن مغرب اور عشاء کی۔‘‘(16)

اگرچہ مؤلفہ نے کوشش کی ہے کہ متعارض روایات میں جمع و تطبیق ہو جائے، لیکن یہ کوشش صرف صحیح یا حسن روایات کے معاملہ میں ہے۔ اگر کہیں صحیح اور ضعیف روایات کے درمیان تضاد تھا تو مؤلفہ نے وہاں صحیح کو ترجیح دی ہے۔ کیونکہ مؤلفہ کے منہج کے مطابق سخت ضعیف یا موضوع روایات کو بیان کرنا درست نہیں۔

جیسا کہ سن چھ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے بنو فزارہ کی طرف جو سریہ روانہ کیا تھا،اس کا امیر کون تھا؟ بعض روایات میں ہے کہ زید بن حارثہ تھے جبکہ صحیح مسلم کی روایت کے مطابق اس کے امیر سیدنا ابو بکر صدیق تھے۔ اس اختلاف کا ایک حل تو یہ نکالا گیا کہ بنو فزارہ کی طرف دو سریے روانہ کیے تھے، جن میں سے ایک سیدنا زید بن حارثہ کی قیادت میں تھا اور دوسرا سیدنا ابو بکر صدیق کی زیر امارت تھا۔(17) لیکن فاضلہ مؤلفہ لکھتی ہیں: ’’انہیں دو سریے قرار دینا بعید احتمال ہے کیونکہ دونوں سریوں میں ایک ہی عورت کا تذکرہ ہے جس کی ایک خوبصورت بیٹی تھی اور دونوں طرح کی روایات کے مطابق اسے سلمہ بن اکوع نے گرفتار کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس عورت کی حوالگی کا مطالبہ کیا تھا۔ اس لیے صحیح مسلم میں ذکر کردہ بات ہی درست ہے۔ واللہ اعلم۔‘‘(18)

تطبیق و ترجیح کا یہ اسلوب بہت عمدہ ہے جس کے ذریعہ روایات میں بیان شدہ مختلف واقعات کا فہم آسان ہو جاتا ہے۔

آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول کا بیان:

سیرتِ رسول ﷺ اور کتاب اللہ ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرکے سمجھنا مشکل ہی نہیں، ناممکن بھی ہے۔ قرآنی آیات کے شانِ نزول کی معرفت سے واقعاتِ سیرت کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے اور واقعاتِ سیرت کے علم سے آیاتِ قرآنی کے شانِ نزول کا فہم آسان ہو جاتا ہے۔ ’’مختصر الجامع فی

(16) أیضاً، ج: 2، ص: 67
(17) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج: 2، ص: 117
(18) سمیرة الزاید، مختصر الجامع فی السیرة النبویة، ج: 2، ص: 92

السیرۃ النبویۃ'' کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں مؤلفہ نے واقعاتِ سیرت کے بیان کے ضمن میں قرآنی آیات کے شانِ نزول بتایا ہے جس سے قرآن فہمی میں مدد ملتی ہے۔ مثال کے طور پر ہجرت حبشہ اولی کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فاضلہ مصنفہ نے ذکر کیا ہے کہ سورۃ الکہف اس سے پہلے نازل ہو چکی تھی جس میں ہجرت کا اشارہ دیا جا چکا تھا۔ پھر سورۃ الزمر کی آیت نمبر 10 نازل ہوئی اور اس میں واضح الفاظ میں بتا دیا گیا کہ ارض اللہ بہت وسیع ہے۔ اگر کفارِ مکہ اپنی روش بدلنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ ‹سِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ›(19)''زمین میں چلو پھرو'' کے حکم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کسی اور علاقہ میں چلے جائیں۔ چنانچہ اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ ﷺ کے حکم سے مسلمان اپنے دین کے تحفظ کے لیے مکہ چھوڑ کر حبشہ چلے گئے۔(20)

سببِ ورودِ حدیث کا بیان:

جس طرح اس بات کا بیان کہ کوئی قرآنی آیت یا سورت کیوں نازل ہوئی تھی، قرآنی آیات کا شانِ نزول کہلاتا ہے، اسی طرح احادیث کے پس منظر کو سببِ ورودِ حدیث کہتے ہیں۔ فاضلہ مؤلفہ نے اپنی اس کتاب میں واقعاتِ سیرت کے بیان میں بعض احادیث کا سببِ ورود بھی ذکر کیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک حدیث میں ہے: «**صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلَى نِصْفِ الصَّلَاةِ**» (21)

''بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو آدھی نماز کا ثواب ملتا ہے۔''

مصنفہ نے وضاحت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ حدیث اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب آپ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے تھے اور مدینہ کی آب و ہوا کے ناموافق ہونے کی وجہ سے صحابہ بیمار ہو گئے۔ اس وقت بعض صحابہ کرام نے بیٹھ کر نماز پڑھنا شروع کر دی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں بیٹھ کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اس موقع پر آپ ﷺ نے مذکورہ بالا الفاظ ارشاد فرمائے کیونکہ آپ ﷺ صحابہ کرام کو دینِ حق کی خاطر مضبوط بنانا چاہتے تھے

(19) القرآن، الأنعام: 11/6
(20) سمیرة الزاید، مختصر الجامع فی السیرة النبویہ، ج: 1، ص: 176
(21) صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرین وقصرها، باب جواز النافلۃ قائما وقاعدا، ح: 735

اوران کے مزید قربانیوں کا جذبہ پیدا کرنا چاہتے تھے۔(22)

سببِ ورودِ حدیث کے ذریعہ احادیث کے پس منظر سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور نصوص کے اطلاق میں مدد ملتی ہے۔

جرح وتعدیل کا اسلوب:

بسااوقات مؤلفہ نے واقعاتِ سیرت کی تاریخی ترتیب کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے کچھ واقعات نقل تو کر دیے ہیں، لیکن حاشیہ میں وضاحت کر دی ہے کہ اس کی سند قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ جیسا کہ ولادتِ نبوی سے قبل جب آپ ﷺ اپنی والدہ کے بطن میں تشریف فرما تھے، اس وقت کے حوالہ سے کچھ عجیب و غریب واقعات نقل کیے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ آپ ﷺ کی پیدائش سے قبل سیدہ آمنہ کو خواب میں ایک تعویذ دکھایا گیا اور کہا گیا کہ جب محمد ﷺ دنیا میں تشریف لے آئیں تو انہیں یہ تعویذ باندھ دینا۔ چنانچہ جب سیدہ آمنہ بیدار ہوئیں تو ان کے سرہانے ایک طلائی صحیفہ پڑا ہوا تھا جس میں چند اشعار لکھے ہوئے تھے۔ مؤلفہ نے لکھا ہے کہ یہ اشعار بالکل بے اصل ہیں۔ اور اس واقعہ کی سند بہت کمزور ہے۔(23)

ہجرتِ مدینہ کے بعد مہاجرین وانصار کے درمیان مواخات کا تذکرہ تمام کتبِ سیرت میں موجود ہے۔ بعض علماء مکی دور میں بھی مسلمانوں کے مابین مواخات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اس حوالہ سے ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی لکھتے ہیں:

''اولین امامانِ سیرت اور ان کے ناقلوں نے ہجرتِ مدینہ کے بعد کی اصطلاحات و تعبیرات بھی مکی واقعات واحکام کے لیے استعمال کر کے الجھن پیدا کی۔ قریشی مکی صحابہ سابقین اولین تھے، مگر وہ مہاجرین اور ان کے سابقین اولین اپنے وطن مالوف و محبوب سے معاند اکابر قریش کے مظالم کے سبب نقل وطن کے بعد بنے تھے، مگر تمام قدیم وجدید مؤلفین سیرت ان کو مکی واقعات، معاشرت اور اسلامی دینی معاملات شریعت میں بھی ''مہاجرین'' کہتے ہیں۔ مکی مواخاۃ کے بیان میں امام ابن اسحاق نے رسول اللہ ﷺ سے پہلے مہاجرین میں مواخاۃ کرانے اور پھر مہاجرین وانصار کے مابین مواخاۃ قائم کرنے کا خلط ملط بیان مدنی واقعہ مواخاۃ کے ضمن میں کیا اور نہ صرف اس عظیم الشان اور وسیع الجہات کارشیرازہ بندی کو پراگندہ کیا بلکہ مکی مواخاۃ کا

(22) سميرة الزايد، مختصر الجامع فی السيرة النبويہ، ج: 1، ص: 293
(23) سميرة الزايد، مختصر الجامع فی السيرة النبويہ، ج: 1، ص: 104

تصور و معاملہ ہی طاق ابہام میں سجا دیا۔ ان میں جدید ناقلوں میں سے بیشتر بلکہ تمام تر نے مکی مواخاۃ کا اولین کامیاب و کامران تجربہ تنظیم ہی نظر انداز کر دیا۔"(24)

مواخاۃ مکی پر ڈاکٹر صاحب کا مقالہ "مکی مواخات-اسلامی معاشرہ کی اولین تنظیم"، معارف اعظم گڑھ، دسمبر 1997ء، جنوری 1998ء میں شائع ہوا ہے۔

لیکن مصنفہ لکھتی ہیں کہ مکی مواخات کے بارے میں جتنی بھی روایات ہیں، ان میں سے کوئی بھی روایات علتِ قادحہ سے محفوظ نہیں ہے، اس لیے اس مواخات کا اثبات دشوار ہے۔ علاوہ ازیں مکی دور میں مسلمان اسلامی، وطنی اور نسبی اخوت کی وجہ سے عقد مواخات سے مستغنی تھے بخلاف مہاجرینِ مکہ کے جو انصار سے عقدِ مواخات کے محتاج تھے۔ اس مواخات کے ضمن میں کہا جاتا ہے کہ اس میں رسول اللہ ﷺ نے سیدنا علی کو اپنا بھائی بنایا تھا۔ حالانکہ اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ ﷺ سیدنا علی کی بجائے اپنے محبوب ترین، رفیقِ ہجرت، انیسِ غار اور تمام صحابہ سے افضل و اکرم سیدنا ابو بکر صدیق کو اپنا بھائی بناتے۔ لیکن سیدنا علی کا تذکرہ بھی اس عقدِ مواخات کو مشکوک بناتا ہے۔(25)

رطب و یابس سے اجتناب کا اسلوب:

"مختصر الجامع فی السیرۃ النبویۃ" کی فاضلہ مصنفہ نے کتاب میں رطب و یابس بھرنے سے گریز کیا ہے۔ مثال کے طور پر بہت سے سیرت نگار آپ ﷺ کے نسب نامہ کو بیان کرتے ہوئے آدم تک آپ ﷺ کے نسب نامہ کو درج کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن مؤلفہ نے اسے کارِ عبث سمجھتے ہوئے اس سے گریز کیا ہے اور لکھا ہے:

"امام مالک اور علماء کی ایک جماعت نے آپ ﷺ کے آدم تک نسب کے بیان کو ناپسند کیا ہے کیونکہ اس کا تعلق ظن و تخمین سے ہے جس کی معتبر توثیق موجود نہیں ہے۔ اسی لیے ہم نے اپنی کتاب میں آدم تک نسبِ نبوی کے تذکرہ

(24) صدیقی، یاسین مظہر، ڈاکٹر، خطبات سرگودھا، سیرت نبوی ﷺ کا عہد مکی، مرتب: پروفیسر ڈاکٹر عبد الرؤف ظفر، شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، 2016ء، ص:31

(25) سمیرۃ الزاید، مختصر الجامع فی السیرۃ النبویہ، ج: 1، ص: 302

سے اعراض کیا ہے۔" (26)

بسا اوقات واقعاتِ سیرت کی شہرت کے سبب مؤلفہ نے انہیں درجِ کتاب کرنا بہتر سمجھا ہے، لیکن ان کے بیان سے پہلے واضح کر دیا ہے کہ یہ واقعات کسی صحیح سند سے ثابت نہیں ہیں۔ جیسا کہ ولادتِ نبوی کی رات پیش آنے والے واقعات کے بارے میں فاضلہ مصنفہ لکھتی ہیں: "مروی ہے کہ ولادتِ نبوی کی رات بہت سے خلافِ عادت واقعات پیش آئے، لیکن وہ کسی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے، لیکن چونکہ وہ بہت مشہور ہیں، اس لیے ہماری رائے میں انہیں درج کرنا ہی بہتر ہے۔" (27)

ملحدین اور مستشرقین کے موقف کی تردید:

بلاشبہ سیرت نگاری ایک سعادت ہے، لیکن اس کے ساتھ یہ بہت حساس معاملہ بھی ہے۔ اس میدان میں وہی اترنے کے قابل ہے جو رطب ویابس اور رسی اور سانپ میں فرق کرنا جانتا ہے۔ ملحدین اور مستشرقین کچھ کمزور روایات کی بناء پر اسلام کے صافی چشمے کو گدلانے اور اس توحید پرست دین کو مشرکانہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہی کوششوں میں ایک قصہ غرانیق کا بیان بھی ہے۔ بلاشبہ معتبر کتبِ حدیث میں یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ سورۃ النجم کی تلاوت سن کر مشرکین مکہ اس قدر ازخود رفتہ ہو گئے کہ جب اختتامِ سورت پر سجدہ کرنے کا حکم آیا اور آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو مشرکین نے بھی ساتھ ہی سجدہ کر لیا۔ (28)

لیکن بعض قصہ گو حضرات نے اس واقعہ میں یہ شامل کر دیا کہ آپ ﷺ نے کفار کے معبودوں کی تعریف کی تھی، اس لیے مشرکین نے سجدہ کیا تھا۔ ملحدین اور مستشرقین اس اضافے کو بہت اچھالتے ہیں اور نبی کریم ﷺ پر طرح طرح کے الزامات عائد کرتے ہیں۔ مؤلفہ نے پرزور الفاظ میں اس اضافے کی تردید کی ہے اور قاضی بیضاوی، قاضی

(26) أيضاً، ج: 1، ص: 95
(27) أيضاً، ج: 1، ص: 106
(28) صحيح البخاري، كتاب تفسير القرآن، باب ﴿**فاسجدوا لله واعبدوا**﴾، ح: 4862

عیاض، امام بیہقی اور امام نووی ایسے مشہور ائمہ کے حوالہ سے اس قصہ کا واہی ہونا نقل کیا ہے۔(29)

فاضلہ مؤلفہ کا یہ اندازِ سیرت نگاری ان تمام افراد کے لیے مینارہ نور ہے جو میدانِ سیرت نگاری میں اترنا چاہتے ہیں۔

مشہور موقف کے مقابلہ میں تحقیقی موقف کا اظہار:

کتاب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مصنفہ نے سیرت کے حوالہ مشہور واقعات کو اگر درج کیا ہے تو حاشیہ میں تحقیقی موقف کا بھی اظہار کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر ولادتِ نبوی کی تاریخ 12 ربیع الاول مشہور ہے۔ چنانچہ مؤلفہ نے متن کتاب میں اسے ہی درج کیا ہے، لیکن حاشیہ میں مصری ماہر فلکیات محمود پاشا کے حوالہ سے لکھا ہے کہ آپ ﷺ کی تاریخِ ولادت نو ربیع الاول ہے کیونکہ بیس یا بائیس اپریل 571ء عیسوی سے یہی تاریخ مطابقت رکھتی ہے۔(30)

مشکل الفاظ کی وضاحت:

مصنفہ نے کتاب میں آنے والے مشکل الفاظ کے معنٰی عربی لغات کے حوالہ سے حواشی میں دیے ہیں۔ مثال کے طور پر صفحہ 96 پر متن میں ''كبوة'' کا لفظ آیا تو حاشیہ میں لسان العرب کے حوالہ سے لکھا کہ اس کا معنٰی ''بلند زمین'' ہے۔ صفحہ 97 پر ''وصيف'' کا لفظ آیا تو المعجم الوسیط کے حوالہ سے بتایا ہے کہ اس کا معنٰی ''نابالغ بچہ'' ہے۔

تقریباً ہر صفحہ پر ایک دو الفاظ کے معنٰی کسی عربی لغت کے باقاعدہ حوالہ کے ساتھ درجِ کتاب ہیں۔

بیانِ معجزات:

ایسے واقعات جو خرقِ عادت ہوں اور انبیاء کے ہاتھ سے رونما ہوں، انہیں معجزات کہا جاتا ہے۔ فاضلہ مصنفہ نے اپنی کتاب میں واقعاتِ سیرت کے بیان میں معجزاتِ محمدیہ کا بھی تذکرہ کیا ہے، جیسا کہ غزوہ ذات الرقاع کے دوران پیش آنے والے معجزات کو ایک جگہ جمع کیا ہے۔(31)

بعض لوگ معجزات کو خرقِ عادت ہونے کی وجہ سے محال سمجھتے ہیں اور اسی بنا پر اس کا انکار کر دیتے ہیں، لیکن فاضلہ

(29) سميرة الزايد، مختصر الجامع فى السيرة النبويہ، ج: 1، ص: 177.
(30) أيضاً، ج: 1، ص: 105
(31) سميرة الزايد، مختصر الجامع فى السيرة النبويہ، ج: 2، ص: 34.

مؤلفہ کا شمار ان اہل علم میں ہوتا ہے جو معجزات کے قائل ہیں۔

اشعار نگاری:

مصنفہ اظہارِ مطلب کے لیے زبان کا استعمال جانتی ہیں۔ کتاب کا اسلوبِ بیان ادبی ہے اور پوری کتاب سلاست بیانی کا حسین مجموعہ ہے۔ کتاب کا ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ مصنفہ نے بر وقت اور بر محل اشعار بھی درج کیے ہیں۔ مثال کے طور پر صفحہ 101 پر کعبہ پر ابرہہ کی لشکر کشی کے موقع پر عبد المطلب کے کہے ہوئے اشعار درج کیے ہیں۔ صفحہ 135 پر زید بن عمرو بن نفیل کے اشعار درج ہیں۔

اعتقادی مباحث:

مصنفہ نے واقعاتِ سیرت کے ضمن میں بسا اوقات اعتقادی مباحث کو بھی درج کیا ہے۔ مثال کے طور پر آپ ﷺ کی والدہ سیدہ آمنہ کی وفات کے تذکرہ میں لکھا ہے:

''جمہور مسلمانوں کے نزدیک آپ ﷺ کے والدین نجات یافتہ ہیں کیونکہ ان کا تعلق دورِ فترت سے ہے اور ایسے لوگ نہ مکلف تھے اور نہ انہیں عذاب ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ (32) ''اور ہم اس وقت تک عذاب نہیں دیا کرتے جب تک اپنا رسول نہ بھیج لیں۔'' البتہ اس دور کے جن لوگوں کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ ان کو (دینِ ابراہیمی میں) تغیر و تبدل کرنے یا بتوں کی پوجا کی وجہ سے عذاب ہوگا تو ایسی احادیث اخبار آحاد کی قبیل سے ہیں۔ اگر کسی کو عذاب ہونے کے بارے میں صحیح احادیث مروی ہیں تو اس کی وجہ کوئی ایسا مخصوص معاملہ ہو سکتا ہے جو اسی کے ساتھ خاص ہو۔'' (33)

مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفہ کا رجحان متکلمین کے اس گروہ کی طرف سے ہے جو عقیدہ میں اخبار آحاد سے استدلال کرنے کو درست نہیں سمجھتا۔ جبکہ عقیدہ و عمل میں اخبار آحاد سے استدلال کے اس فرق کی کوئی مضبوط دلیل نہیں ملتی۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے تنہا معاذ بن جبل کو یمن کی طرف روانہ کیا تو انہیں اہلِ کتاب کو دعوت

(32) القرآن، الإسراء: 15/17
(33) سميرة الزايد، مختصر الجامع فى السيرة النبويہ، ج: 1، ص: 114

دینے کا طریقہ سکھاتے ہوئے فرمایا کہ سب سے پہلے انہیں توحید و رسالت کو تسلیم کرنے کی دعوت دینا۔(34)

اور ظاہر ہے کہ توحید و رسالت کا تعلق اعتقادی امور سے ہے۔

واقعاتِ سیرت کی تعیینِ زمانی:

اس کتاب کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ مؤلفہ نے تحقیق و تفتیش کے بعد واقعاتِ سیرت کے زمانۂ وقوع کو حتی الامکان متعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ جن واقعات کے زمانۂ وقوع کے تعین میں اصحابِ مغازی، سیرت نگاروں اور محدثین کا اختلاف تھا، وہاں مؤلفہ نے قرائن کی روشنی میں صحیح ترین قول پر اعتماد کر کے اسے بیان کر دیا ہے۔ اگر قرائن سے صحیح ترین قول کا علم نہ ہو سکا تو ایک قول کو اختیار کر کے بقیہ اقوال کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ مثال کے طور پر قریش کا ابو طالب کے پاس جا کر ان سے درخواست کرنا کہ اپنے بھتیجے کو دعوت الی الحق سے روک دیں، پھر ابو طالب کا آپ ﷺ کے سامنے یہ معاملہ رکھنا اور آپ ﷺ کا دعوتِ دین کے لیے اپنے عزم و ارادہ کا اظہار عام طور پر مشہور ہے۔ لیکن یہ واقعہ کس سن نبوی میں پیش آیا، اس حوالہ سے امہات کتبِ سیرت میں کوئی تصریح موجود نہیں ہے۔

مؤلفہ لکھتی ہیں:

''ان واقعات کے زمانہ وقوع کے حوالہ سے مصادر میں کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے۔ لیکن قرائن و شواہد پر غور و فکر کے بعد یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ واقعات چھ نبوی کے وسط میں پیش آئے۔''(35)

اسی لیے فاضلہ مصنفہ نے ان واقعات کو ہجرتِ حبشہ اولیٰ کے بعد ذکر کیا ہے۔

جغرافیہ سیرت کا بیان:

فاضلہ مؤلفہ نے اپنی کتاب میں اس بات کا بھی اہتمام کیا ہے کہ جب کسی جگہ کا ذکر آیا تو اس کے حوالہ سے جغرافیائی معلومات فراہم کی ہیں۔ دس نبوی میں رسول اللہ ﷺ نے طائف کا سفر کیا۔ اس واقعہ کے بیان میں مصنفہ نے بتایا

(34) صحيح البخاري، كتاب الزكاة، باب أخذ الصدقة من الأغنياء، ح: 1496
(35) سميرة الزايد، مختصر الجامع فی السيرة النبويہ، ج: 1، ص: 179

ہے کہ طائف مکہ سے تقریباً پچاس میل کے فاصلے پر ہے۔(36)

رسول اللہ ﷺ جب غزوہ بدر کے لیے مدینہ سے نکلے اور مقام بدر کا رُخ کیا تو حرہ وبرہ کے مقام پر ایک مشرک آدمی سے ملاقات ہوئی جو بہت منجھا ہوا بہادر اور جنگجو تھا۔ اس نے مدد کی پیشکش کی، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کے مشرک ہونے کی وجہ سے مسترد کر دی۔ مصنفہ نے حاشیہ میں وضاحت کی ہے کہ ''حرہ وبرہ'' کا مقام مدینہ سے چار میل کے فاصلہ پر ہے۔(37)

جغرافیائی معلومات واقعاتِ سیرت کی تفہیم میں بہت مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ فاضلہ مؤلفہ نے اسی لیے اس کا بہت اہتمام کیا ہے۔

نادر معلومات:

''مختصر الجامع فی السیرة النبویۃ'' کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں مصنفہ نے نادر معلومات فراہم کی ہیں۔ مثال کے طور پر فاضلہ مؤلفہ لکھتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے والد کی طرف سے نسب کے اعتبار سے آپ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب سیدہ خدیجہ تھیں۔(38) کیونکہ سیدہ خدیجہ اور رسول اللہ ﷺ کا نسب قصی میں جا کر مل جاتا ہے۔ خدیجہ کا نسب نامہ یوں ہے: خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی۔ جبکہ والدہ کی طرف سے نسب کے اعتبار سے سب سے قریب سیدہ زینب بنت جحش تھیں کیونکہ وہ آپ ﷺ کی پھوپھی امیمہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھیں۔(39)

مقامِ ولادت نبوی کی تحدید کرتے ہوئے مؤلفہ نے لکھا ہے: ''آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں شعبِ بنو ہاشم کے اس گھر میں پیدا ہوئے جسے دار ابن یوسف کے نام سے جانا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی ہجرتِ مدینہ کے بعد یہ گھر عقیل بن

(36) أیضاً، ج: 1، ص: 209
(37) أیضاً، ج: 1، ص: 341
(38) سمیرة الزاید، مختصر الجامع فی السیرة النبویہ، ج: 1، ص: 122
(39) أیضاً، ج: 2، ص: 36

ابی طالب کے قبضہ میں چلا گیا تھا اور اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے نے حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف کو یہ گھر فروخت کر دیا تھا۔ جس نے ابن یوسف نام کی ایک حویلی بنا کر یہ گھر اس میں شامل کر لیا تھا۔ پھر ہارون رشید کی والدہ خیزران نے اسے اس حویلی سے نکال کر مسجد بنا دیا تھا۔''(40)

مقامِ ولادت نبوی کے حوالہ سے یہ معلومات عام کتبِ سیرت میں دستیاب نہیں ہیں جو کہ مصنفہ کے وسیع المطالعہ ہونے کی روشن دلیل ہے۔

عام طور پر کتبِ سیرت میں رسول اللہ ﷺ کے غارِ حرا میں تحنث کا تذکرہ ملتا ہے۔ عموماً اسے رسول اللہ ﷺ کا ایسا فعل سمجھا جاتا ہے جس کی ابتداء آپ ﷺ نے خود کی تھی۔ لیکن مؤلفہ نے وضاحت کی ہے غارِ حرا میں تحنث کی ابتداء رسول اللہ ﷺ کے داداجان عبد المطلب نے کی تھی۔ ان کے علاوہ ورقہ بن نوفل اور ابوامیہ بن مغیرہ بھی غارِ حرا میں تحنث کرتے رہے۔(41)

یہ بات تو مشہور ہے کہ آپ ﷺ کے چچا سیدنا حمزہ بن عبد المطلب آپ ﷺ کے رضاعی بھائی تھے، لیکن وہ آپ ﷺ سے عمر میں کتنے بڑے تھے؟ عام کتبِ سیرت میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ لیکن مؤلفہ نے لکھا ہے کہ سیدنا حمزہ رسول اللہ ﷺ سے چار سال بڑے تھے۔(42)

فتحِ مکہ کے بعد وفودِ عرب کی آمد کا سلسلہ شروع ہوا اور سن نو ہجری عام الوفود کے طور پر مشہور ہے۔ لیکن قبولِ اسلام کے لیے پہلا وفد کب آیا تھا؟ عام کتبِ سیرت میں اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ''مختصر الجامع فی السيرة النبوية'' کی مؤلفہ نے ذکر کیا ہے کہ سب سے پہلا وفد جو قبولِ اسلام کے لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، وہ سن سات نبوی میں آیا تھا۔ یہ چند عیسائی تھے جن کی تعداد 20 کے قریب تھی۔ انہوں نے حبشہ میں مقیم مسلمانوں سے اسلام کے بارے میں سنا تو تحقیقِ حال کے لیے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور سوال وجواب کے بعد مشرف

---

(40) أيضاً، ج: 1، ص: 105
(41) أيضاً، ج: 1، ص: 142
(42) أيضاً، ج: 1، ص: 182

بہ اسلام ہو گئے۔(43)

مزید نادر معلومات میں سے یہ باتیں بھی ہیں کہ انصار صحابہ میں سے سب سے پہلے رفاعہ بن رافع اور معاذ بن عفراء نے اسلام قبول کیا اور مدینہ میں سب سے پہلے مسجد بنوزُ رَیق میں قرآن کی تلاوت کی گئی۔(44) اور ہجرتِ مدینہ کے بعد سب سے پہلے کلثوم بن ہدم اور ان کے بعد اسعد بن زرارہ فوت ہوئے۔(45)

واقعات سیرت کی عصری تطبیق:

فاضلہ مؤلفہ نے واقعاتِ سیرت سے عصری مسائل کا حل بھی پیش کیا ہے۔ مثال کے طور پر مؤلفہ لکھتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح ہر موقع پر دعوت کا کام کیا، چاہے وہ میلے ٹھیلے تھے یا حج کا موقع، اسی طرح مسلمانوں کو میڈیا کا میدان اسلام مخالفین کے لیے خالی نہیں چھوڑنا چاہیے۔

ایک جگہ لکھتی ہیں: اسلامی معاشرے میں مسجد کا کردار صرف عبادت گاہ کا نہیں ہے جہاں صرف پانچ وقت کی نماز پڑھی جائے اور اسے بند کر دیا جائے۔ بلکہ یہ ایک مرکز ہے جہاں کتاب وسنت کی تعلیم دی جائے، جہاں سے مسلمان اسلامی تعلیمات سیکھیں اور سکھائیں۔ اسے ایسا سماجی سنٹر بننا چاہیے جہاں سے لوگ معاشرتی آداب اور مساوات کا درس حاصل کریں۔ انہیں توحید، بھائی چارے اور نظم وضبط کا سبق ملے۔ اسے سیاسی اور قانونی مرکز کا درجہ بھی حاصل ہونا چاہیے۔(46)

ہجرت کے بعد مہاجرین کی آباد کاری کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین وانصار کے مابین مواخات کا رشتہ قائم فرمایا جو انصار ومہاجرین کے لیے نسبی قرابت سے بھی زیادہ معتبر بن گیا۔ اس سے دورِ حاضر میں یہ رہنمائی لی جاسکتی ہے کہ اگر کہیں ایسے حالات ہوں کہ جہاں لوگ قدرتی یا انسانی آفات سے متاثر ہوں، مثلاً سیلاب، زلزلہ اور جنگ وغیرہ کی وجہ

(43) سميرة الزايد، مختصر الجامع فى السيرة النبويہ، ج: 1، ص: 195
(44) أيضاً، ج: 1، ص: 223
(45) أيضاً، ج: 1، ص: 326
(46) أيضاً، ج: 1، ص: 299

سے اپنے مال واسباب اور گھر بار سے محروم ہو جائیں تو انہیں کسی آبادی میں منتقل کر دیا جائے اور وہاں کے مقامی لوگوں سے ان کا رشتہ اخوت استوار کر دیا جائے، جس سے ان کی مالی اور سماجی مشکلات کا حل نکل سکتا ہے۔ مؤلفہ لکھتی ہیں:

''مواخات کا عمل ایک پر حکمت اور درست حکمت عملی تھا جو مہاجرین کو درپیش تمام مشکلات کے حل کی شاہ کلید بن گیا۔ اس عمل کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے اس چیز کی مثال پیش کی کہ اسلام حالات کے مطابق اپنے اندر لچک اور نرمی رکھتا ہے۔''(47)

رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو اپنے معمولاتِ زندگی میں اہم ترین نصب العین پر نظر رکھنی چاہیے، اس کے بعد نسبتاً اہم تر معاملات کی طرف توجہ دی جائے اور اس کے بعد اس سے کم اہم معاملات کو دیکھا جائے۔ مؤلفہ لکھتی ہیں کہ جب تک قریش مکہ بڑے دشمن کے طور پر رسول اللہ ﷺ کے سامنے تھے، آپ ﷺ نے حدودِ مکہ میں موجود دیگر دشمنوں سے اعراض کیے رکھا۔ جب غزوہ خندق کے بعد قریش کی ہوا اکھڑ گئی تو آپ ﷺ نے اب ان دشمنوں کی طرف بھی توجہ مبذول فرمائی۔(48)

''الأهم فالأهم'' کا یہ اصول ہماری پوری سیرت طیبہ میں نظر آتا ہے۔

بادشاہانِ عالم کے نام پیغامِ اسلام پہنچانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے مہر بنوائی، کیونکہ آپ ﷺ کو معلوم ہوا تھا کہ بادشاہ بغیر مہر کے خط قبول نہیں کرتے۔ اسی طرح ان خطوط کو پہنچانے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ان صحابہ کرام کا انتخاب فرمایا جو ان علاقوں کی تہذیب و ثقافت سے آشنا تھے جہاں انہیں بھیجا جا رہا تھا۔(49) اس سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ دعوتِ اسلام کے لیے حکمت و بصیرت کا مظاہرہ سیرتِ طیبہ کا پیغام عالی شان ہے۔ ہر جگہ پر ایک ہی اصول لاگو کرنا سنتِ رسول ﷺ نہیں ہے۔

(47) سمیرة الزاید، مختصر الجامع فی السیرة النبویہ، ج: 1، ص: 303
(48) أیضاً، ج: 2، ص: 85
(49) أیضاً، ج: 2، ص: 115

معاصر سیرت نگاروں سے اخذ واستفادہ:

فاضلہ مصنفہ نے اپنی اس تصنیف میں سیرت کے قدیم مصادر کے ساتھ جدید مراجع کو بھی پیشِ نظر رکھا ہے اور ان میں موجود اہم باتوں کو اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ مثال کے طور پر ''رسالت کی ضرورت'' کے عنوان کے تحت سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب ''السیرۃ النبویۃ'' کے حوالہ سے ان کا ایک اقتباس نقل کیا ہے۔(50)

اسی طرح بعثتِ نبوی کے لیے جزیرۃ العرب اور اہلِ عرب کے انتخاب کے سلسلہ میں مولانا صفی الرحمن مبارکپوری کی رابطہ عالم اسلامی سے اول انعام یافتہ کتاب ''الرحیق المختوم'' سے استفادہ کیا ہے اور اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔(51)

بلکہ اس کتاب میں ''الرحیق المختوم'' کے حوالہ بہت سے مقامات پر موجود ہیں۔

اسی طرح ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی کا اقتباس جلد اول، صفحہ 398 پر موجود ہے۔

کتاب کے مصادر و مراجع:

فاضلہ مؤلفہ نے اپنی اس کتاب کی تیاری میں امہات الکتب کے ساتھ ساتھ ثانوی مصادر و مراجع سے بھی استفادہ کیا ہے۔ کتاب کے آخر میں مؤلفہ نے ''المصادر والمراجع'' کی ہیڈ نگ کے تحت اپنے مصادر و مراجع کی نشاندہی کی ہے۔ یہ فہرست جدید تحقیقی اسلوب میں مرتب کی گئی ہے۔

مؤلفہ نے اپنے مصادر و مراجع کو کتاب کی ترتیب کے مطابق مختلف عنوانات کے تحت بیان کیا ہے۔

سب سے پہلے سیرت کے تاریخی پس منظر کے مراجع کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر کتاب کے مقدمہ میں قبل از اسلام جزیرۃ العرب کے جو حالات بیان کیے گئے ہیں، ان کے مراجع بیان کیے ہیں۔ اس کے بعد کتاب کے چار ابواب کے مصادر و مراجع کو بیان کیا ہے۔ اس کے تحت ذیلی عنوانات قائم کیے گئے ہیں، مثلاً: کتب تفاسیر، کتب احادیث و شروحات حدیث، کتب سیرت، کتب تاریخ اور سوانح عمریاں، کتب عقیدہ، کتب لغات۔

فہرست مصادر و مراجع میں ہر عنوان کے تحت کتب کو حروفِ تہجی کی ترتیب کے مطابق ذکر کیا گیا ہے۔ مثال کے طور

(50) أيضاً، ج: 1، ص: 76
(51) أيضاً

پر کتبِ سیرت کے عنوان کے تحت درج ذیل کتابوں کا تذکرہ کیا ہے:

الجامع فی السیرۃ النبویہ از سمیرۃ الزاید، ط 1 / المطبعۃ العلمیۃ، دمشق

دراسۃ فی السیرۃ از دکتور عماد الدین خلیل، ط 3 / 1398 ھ – 1978 م ، مؤسسۃ الرسالۃ – دار النفائس

الدرر فی اختصار المغازی والسیر از حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد ابن عبد البر، ط 1 /1404 ھ – 1984م، مطبعۃ الصباح

دلائل النبوۃ از حافظ کبیر ابو نعیم اصبہانی، تحقیق: محمد رواس قلعہ جی/ ط 1 / 1390 ھ – 1970 م / دار ابن کثیر - دمشق بیروت

پوری کی پوری فہرست مصادر و مراجع اسی انداز سے مرتب کی گئی ہے۔ مذکورہ امثال سے واضح ہے کہ مؤلفہ نے کتاب کا مکمل نام، مصنف کا پورا نام، محقق، طبع، تاریخ طبع اور ناشر کے حوالہ سے جہاں تک ممکن ہو سکا، ہر چیز کو بیان کیا ہے۔ یہ اس فہرست کی بہت نمایاں خصوصیت ہے۔

خفیف نکات:

حوالہ جات کی عدم موجودگی:

بعض مقامات پر حوالہ نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ ص:16 پر جلال الدین رومی کے قول کا حوالہ موجود نہیں۔

اسی طرح صفحہ 379 پر غزوہ بدر میں قید ہونے والے رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ بے چین رہے۔ جب وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا کہ عباس کے رونے کی آواز بے چین کر رہی ہے۔ اس پر ایک صحابی نے جا کر ان کی بند شیں ڈھیلی کر دیں۔ تھوڑی دیر بعد رسول اللہ ﷺ نے جب عباس کے کراہنے کی آواز نہ سنی تو صحابہ کرام سے پوچھا کہ اب آواز کیوں نہیں آرہی؟ جب بتایا گیا کہ ان کی بند شیں ڈھیلی کر دی گئی ہیں تو آپ ﷺ نے سب قیدیوں کی بند شیں ڈھیلی کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔ فاضلہ مؤلفہ نے اس کا کوئی حوالہ

پیش نہیں کیا۔ جبکہ یہ واقعہ طبقات ابن سعد میں موجود ہے۔(52)

بنو قینقاع کے انجام کے بارے میں مصنفہ نے ذکر کیا ہے کہ مدینہ سے جلا وطنی کے کچھ عرصہ بعد ہی ان میں سے زیادہ تر افراد ہلاک ہو گئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے خلاف اللہ سے دعا کی تھی۔(53) فاضلہ مصنفہ نے اس بات کا کوئی حوالہ پیش نہیں کیا۔ جبکہ امہات کتبِ سیرت اس واقعہ کے بیان سے خالی ہیں۔ صرف صاحبِ سیرت حلبیہ نے اسے ذکر کیا ہے۔(54)

نامکمل حوالہ جات:

حوالہ جات نامکمل اور ناقص ہیں۔ تقریباً ہر صفحے پر اس کی مثال موجود ہے۔ مثال کے طور پر صفحہ 16 پر سنن نسائی کے حوالہ سے ایک حدیث ذکر کی ہے۔ حاشیہ میں سنن نسائی کی جلد اور صفحہ تو ذکر کیا ہے، لیکن ناشر اور سن اشاعت کا تذکرہ نہیں ہے۔ اسی صفحہ کے دوسرے حاشیہ میں کتاب کا نام اور صفحہ نمبر لکھا گیا ہے۔ نہ مصنف کا نام ہے، نہ ناشر کا پتہ اور نہ سن اشاعت درج ہے۔ کتاب کے آخر میں فہرست مصادر و مراجع میں بھی اس کتاب کا کوئی تذکرہ نہیں ہے جس سے معلوم ہو جائے کہ اس کتاب کا مصنف کون ہے۔ اس اعتبار سے یہ خامی کتاب کے حسن کو داغدار کر رہی ہے۔

ثانوی ماخذ کا حوالہ:

تصنیف وتالیف کا تحقیقی اسلوب یہ ہے کہ ثانوی مآخذ کی بجائے امہات الکتب سے استفادہ کیا جائے اور انہی کا حوالہ دیا جائے۔ مصنفہ کا اس کتاب کا اسلوب چونکہ محدثانہ بھی ہے، کیونکہ انہوں نے سیرت سے متعلق معلومات کی فراہمی میں کتبِ حدیث و سیرت کو ترجیح دی ہے، اس لیے کتاب میں احادیث کی ایک بہت بڑی تعداد نظر آتی ہے۔ احادیث کو نقل کرتے ہوئے ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ مصنفہ ان کتب کا حوالہ دیتیں، جہاں وہ احادیث اپنی سند کے ساتھ موجود

(52) ابن سعد، الطبقات الكبرى، ج: 4، ص: 9
(53) أيضاً، ج: 1، ص: 393
(54) نور الدين الحلبي، السيرة الحلبية، ج: 2، ص: 287

AL-RAHEEQ IRJ
Vol. 1, No. 1 || July-December 2022 || P. 59-90

ہیں، لیکن کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ فاضلہ مؤلفہ نے ثانوی مراجع سے احادیث وروایات کا ذخیرہ جمع کیا اور انہیں امہات الکتب میں دیکھنے کی بجائے انہی ثانوی مراجع کے حوالہ سے درجِ کتاب کر دیا ہے۔

مثال کے طور پر ایک حدیث نقل کی ہے: «إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ» اور اس کے لیے ''کنز العمال: 16/3'' کا حوالہ دیا ہے (55) جبکہ یہ روایت امام بیہقی نے اپنی مشہور کتاب ''السنن الکبریٰ، ح: 20782'' میں نقل کی ہے اور «إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ» کے الفاظ سے یہ روایت ''مسند احمد، ح: 8952'' میں موجود ہے۔ اس لیے کنز العمال جیسے ثانوی مراجع کی بجائے ان امہات الکتب کا حوالہ قابل ترجیح تھا۔

اسماء الرجال سے متعلق معلومات کی کمی:

ابن اسحاق کی توثیق نقل کرتے ہوئے مؤلفہ نے لکھا ہے: ''ابن اسحاق کی ثقاہت کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ثقات ائمہ اور کتبِ ستہ کے مؤلفین جیسے بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے اس سے روایت کیا ہے۔'' (56)

جبکہ صحیح بخاری میں ابن اسحاق کی ایک بھی موصول روایت موجود نہیں ہے۔ بلکہ تمام تر روایات معلق ہیں۔ اس لیے ابن اسحاق کو بخاری کے رواۃ میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ (57) اس کے علاوہ مسلم نے بھی ان کی روایت کو اصالۃً نہیں، مقروناً روایت کیا ہے۔ (58) جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلم نے ان کی روایت پر کلی اعتماد نہیں کیا۔ اس لیے ان کی توثیق میں امام مسلم کا نام شامل کرنا بھی درست معلوم نہیں ہوتا۔

سیدہ ام سلمہ کی وفات کے تذکرہ میں فاضلہ مؤلفہ نے تین اقوال ذکر کیے ہیں، 59ھ، 61ھ اور 62ھ اور 61ھ والے قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس کے بعد لکھا ہے کہ ان کا نمازِ جنازہ سیدنا ابو ہریرہ نے پڑھایا تھا۔ (59)

(55) سميرة الزايد، مختصر الجامع فی السيرة النبويہ، ج: 1، ص: 75
(56) سميرة الزايد، مختصر الجامع فی السيرة النبويہ، ج: 1، ص: 31
(57) ابن حجر، تقريب التهذيب، ص: 467، رقم: 5725
(58) ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد بن أحمد بن حجر العسقلاني (المتوفى: 852هـ)، تعريف اهل التقديس بمراتب الموصوفين بالتدليس، مكتبة المنار – عمان، الطبعة: الأولى، 1403 هـ – 1983 م، ص: 51
(59) سميرة الزايد، مختصر الجامع فی السيرة النبويہ، ج: 2، ص: 28

جبکہ سیدنا ابو ہریرہ کے سن وفات کے بارے میں بھی تین اقوال ہیں، 57ھ، 58ھ اور 59ھ۔(60) لیکن کوئی بھی قول 61ھ کا نہیں ہے۔ بلاشبہ بہت سے سیرت نگاروں نے یہ ذکر کیا ہے کہ سیدہ ام سلمہ کا جنازہ سیدنا ابو ہریرہ نے پڑھایا تھا، (61) لیکن انہوں نے ساتھ یہ بھی لکھا ہے کہ سیدہ ام سلمہ کی وفات 59ھ میں ہوئی تھی۔ اس لیے فاضلہ مؤلفہ کے مذکورہ بالا بیان کہ "سیدہ ام سلمہکا سن وفات 61ھ درست ہے اور جنازہ ابو ہریرہ نے پڑھایا تھا" سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں فنِ اسماء الرجال سے زیادہ واقفیت نہیں ہے۔

واقعاتِ سیرت کے بیان میں دیگر معلومات کا اندراج:

کتاب کا ایک نسبتاً کم روشن پہلو یہ بھی ہے کہ مؤلفہ نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ جہاں کسی شخصیت کا ذکر آیا ہے تو اس سے متعلق معلومات کو وہیں درج کرنے کو ترجیح دی ہے، یہ دیکھے بغیر کہ اس سے مطالعۂ سیرت کی روانی میں فرق آجاتا ہے اور قاری مطالعۂ سیرت کی پر کیف وادی سے یکدم باہر آجاتا ہے۔ مثال کے طور پر ہجرتِ مدینہ کے بعد سن ایک ہجری کے واقعات کے ضمن میں مؤلفہ نے رسول اللہ ﷺ کی سیدہ عائشہ کا تذکرہ کیا ہے جو کہ زمانی اعتبار سے بالکل درست ہے، لیکن فاضلہ مصنفہ نے تذکرۂ زواج کے ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ کا سیدہ عائشہ سے حسنِ التفات، سیدہ کا مقام و مرتبہ اور فضائل اور ان کے مختصر حالاتِ زندگی بھی بیان کردیے ہیں، جن میں رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کی زندگی کا مختصر نقشہ اور وفات اور تدفین کا ذکر شامل ہے۔(62)

اسی طرح ہجرتِ مدینہ کے بعد مسلمانوں کو پیش آنے والی مشکلات کے بیان میں مدینہ منورہ کے فضائل بھی بیان کردیے گئے ہیں۔ جو کہ اس کتاب کا موضوع نہیں تھا۔(63)

غزوہ بدر کے بیان کے بعد سیدنا علی کی سیدہ فاطمہ سے شادی کے ذکر کے بعد سیدہ فاطمہ کے مختصر حالاتِ زندگی اور

---

(60) طالب الہاشمی، سیرت حضرت ابو ہریرہ□، طہ پبلیکیشنز، اردو بازار، لاہور، طبع دوم: جنوری 2008ء، ص: 128
(61) ابن سعد، الطبقات الکبری، ج: 4، ص: 254
(62) سمیرۃ الزاید، مختصر الجامع فی السیرۃ النبویہ، ج: 1، ص: 293
(63) مصدر سابق، ج: 1، ص: 295

فضائل بیان کیے گئے ہیں،(64) جس سے مطالعۂ سیرت میں خلل پیدا ہوتا محسوس ہوتا ہے۔

واقعاتِ سیرت کی ترتیبِ زمانی کے بیان میں خلل:

مؤلفہ نے اپنی کتاب میں واقعاتِ سیرت کو ان کی ترتیبِ زمانی کے اعتبار سے بیان کیا ہے۔ لیکن کہیں کہیں بیان میں ترتیب الٹ بھی گئی ہے۔ مثال کے طور پر ماہِ رجب، سن 2 ہجری میں تحویلِ قبلہ کا واقعہ پیش آیا اور اگلے مہینہ ماہِ شعبان میں مسلمانوں کو اذنِ قتال ملا۔ مصنفہ نے دونوں واقعات کا مہینہ درست لکھا ہے، لیکن بیان میں ترتیب بر عکس کر دی ہے، یعنی پہلے اذنِ قتال کا ذکر کیا جو شعبان میں ملا، پھر تحویلِ قبلہ کا واقعہ لکھا جو رجب میں پیش آیا۔(65)

یہ کتاب کا ایک کمزور پہلو ہے۔

راجح قول کی عدم تعیین:

مؤلفہ نے کتاب میں بسا اوقات کسی واقعہ کے بارے میں دو تین روایات ذکر کر کے ان میں ترجیح قائم نہیں کی۔ جس سے قاری اس خلجان میں مبتلا رہتا ہے کہ معلوم نہیں درست بات کون سی ہے۔ جیسا کہ سیدنا علی کو ابو تراب کا لقب رسول اللہ ﷺ نے کب دیا تھا؟ اس حوالہ سے فاضلہ مصنفہ نے تین روایات ذکر کی ہیں، لیکن ان میں سے کسی کو ترجیح نہیں دی۔(66) بلکہ ان روایات کو ذکر کر کے یونہی بات آگے چلا دی ہے۔

اسی طرح سیدہ فاطمہ کی وفات کے بعد سیدنا علی نے سیدنا ابو بکر کو ان کی وفات کی خبر دی تھی یا نہیں؟ اس حوالہ سے مؤلفہ نے دو مختلف روایات ذکر کی ہیں، لیکن ان میں کسی کو ترجیح نہیں دی۔(67)

اپنے قائم کردہ اصول سے تسامح:

مؤلفہ کے منہج کے مطابق سخت ضعیف یا موضوع روایات کو بیان کرنا درست نہیں۔ اس لیے انہوں نے کتاب میں

---

(64) نفس المصدر، ج: 1، ص: 389
(65) أيضاً، ج: 1، ص: 333
(66) أيضاً، ج: 1، ص: 329
(67) أيضاً، ج: 1، ص: 388

ضعیف اور مشہور روایات کے بالمقابل صحیح روایات کو ہی ترجیح دی ہے، لیکن ایک مقام پر صحیحین کی روایت پر سیرت نگاروں کی اکثریت کی روایت کو ترجیح دی ہے۔ جو کہ مؤلفہ کے مذکورہ بالا اصولِ سیرت نگاری کے خلاف محسوس ہوتا ہے۔ مؤلفہ لکھتی ہیں:

''صحیحین کی روایت سے جو ثابت ہوتا ہے، اگرچہ اسی پر اعتماد کرنا زیادہ مناسب اور اولیٰ ہے، لیکن غزوہ ذات الرقاع کے زمانہ وقوع کے بارے میں ہم نے سن چار ہجری کو اس لیے ترجیح دی ہے کہ اکثر سیرت نگاروں نے اس غزوہ کا زمانہ وقوع اسی سال کو قرار دیا ہے۔ اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اس غزوہ سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے سیدنا جابر سے ان کی شادی کے متعلق پوچھا تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جابر نے آپ ﷺ کو بتایا نہیں تھا کہ ان کی شادی ہوئی ہے یا نہیں، جبکہ پانچ ہجری میں ہونے والے غزوہ خندق کے موقع پر آپ ﷺ سیدنا جابر کی دعوت پر ان کے گھر تشریف لے گئے تھے اور ان کی بیوی سے بقیہ بچے ہوئے کھانے کے متعلق فرمایا تھا کہ ''اسے کھا بھی لو اور ہدیہ بھی کر دو۔'' اس لیے غزوہ ذات الرقاع کا سن وقوع 4 ہجری ہی معلوم ہوتا ہے۔''(68)

الغرض کمال تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لائق ہے۔ اس لیے کتاب میں در آنے والی یہ خامیاں اس بات کو ظاہر کر رہی ہیں کہ یہ کتاب بھی انسان کی ہی لکھی ہوئی ہے جس سے غلطی اور کوتاہی سرزد ہوتی رہتی ہے اور یہی انسان کی پہچان ہے۔ اس سے کسی کا مرتبہ کم نہیں ہوتا۔

نتائج تحقیق وسفارشات:

1. سمیرہ الزاید کی سیرت نگاری کا انداز تحقیقی ہے۔
2. فاضلہ مؤلفہ نے قارئین کی سہولت کے لیے ہر ممکن حد تک سہل اور آسان زبان استعمال کی ہے۔
3. سمیرہ الزاید نے سیرت النبی کے مختلف مراحل کو الگ الگ بیان کیا ہے کہ فہمِ سیرت میں آسانی ہو۔
4. نقشہ جات کا استعمال واقعاتِ سیرت کے فہم میں انتہائی مدد و معاون ثابت ہوئے ہیں۔

(68) سمیرۃ الزاید، مختصر الجامع فی السیرۃ النبویۃ، ج: 2، ص: 31

5. یہ کتاب اس قابل ہے کہ اردو دان طبقہ کے لیے اس کا اردو میں ترجمہ کیا جائے۔

6. سیرت نگاری کے میدان میں قدم رکھنے والے حضرات و خواتین کے لیے یہ کتاب مینارہ نور ثابت ہو سکتی ہے۔

7. فاضلہ مؤلفہ نے قدیم روایات کو مد نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ جدید دور کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا ہے اور سیرت سے عصری رہنمائی فراہم کی ہے۔

8. سمیرہ الزاید کی سیرت نگاری میں بیانِ واقعات کے ضمن میں دعوتی مزاج کو پیش نظر رکھ کر داعیانِ اسلام کے لیے رہنمائی مہیا کی گئی ہے۔